عہد نبوی کے غزوات وسرایا
اور
ان کے مآخذ پر ایک نظر

(۱۵)

سعید احمد اکبر آبادی

بنو نضیر کی جلا وطنی جہاں تک یہود کے معاملات کا تعلق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کے بعد قبیلۂ بنو نضیر کی طرف توجہ کی، یہ لوگ جو مدینہ کے شمال میں رہتے اور املاک وجائیداد اور نفوذ و اقتدار کے مالک تھے اپنے ہم مذہبوں کی طرح اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمن اور سخت فتنہ پرداز تھے، ایک طرف، جیسا کہ گذر چکا ہے، قریش اور دوسرے دشمنِ اسلام قبائل کے ساتھ ان کو ربط خاص تھا اور دوسری جانب خود مدینہ میں منافقین سے ساز باز رکھتے اور ان کے ذریعہ اسلام کو نقصان پہونچانے کی جو تدبیر اور کوشش بھی وہ کرسکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔

ان کی یہ طبیعت اور فطرت تھی ہی کہ ادھر صورت حال یہ پیش آگئی کہ جنگ بدر نے قبائلِ عرب پر مسلمانوں کی طاقت وقوت اور ان کے رعب وداب کی جو ڈھاک بٹھادی تھی وہ جنگِ احد کے نتیجہ سے مجروح ہوگئی اور اب ان کو مسلمانوں کے خلاف عملاً سر اٹھانے کی پھر ہمت وجسارت ہوئی، گو وقتی طور پر ان پر جو سہم طاری ہوگیا تھا وہ جاتا رہا اور انھوں نے پھر ریشہ دوانی، چھیڑ چھاڑ، ا

فساد انگیزی کا سلسلہ شروع کر دیا، چنانچہ ارباب سیر کی اصطلاح کے مطابق غزوۂ احد کے بعد کے جن واقعات کو سریہ یا غزوہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً سریہ ابی سلمہ (یکم محرم الحرام ۴ھ) سریۂ ابن انیس (محرم ۴ھ) سریۂ بیر معونہ (صفر ۴ھ) اور سریۂ الرجیع یہ سب اسی کے شاخسانے ہیں۔[1]

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا کہ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جس نے بنو نضیر کو بالکل عریاں کر دیا اور اب ان کی طرف سے چشم پوشی کرنا ناممکن ہو گیا ہوا یہ کہ صفر ۴ھ میں ابو براء کلابی، جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ چند لوگوں کو میرے ساتھ کر دیجئے کہ قوم کو اسلام کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا: "مجھ کو نجد کی طرف سے ڈر ہے" ابو براء نے کہا: "ان کا میں ضامن ہوں" آپ نے منظور فرمایا اور ستر[2] انصار ساتھ کر دیئے۔ یہ لوگ نہایت مقدس اور درویش تھے اور اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے، ان کا معمول تھا کہ دن بھر لکڑیاں چنتے، شام کو فروخت کر کے کچھ اصحاب صفہ کے نذر کرتے، کچھ اپنے لئے رکھتے۔

ان لوگوں نے بیر معونہ پہنچ کر قیام کیا اور حرام بن ملحان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دے کر عامر بن طفیل (بن مالک بن جعفر کلابی عامری) کے پاس بھیجا جو قبیلہ کا رئیس تھا، عامر نے حرام کو قتل کر دیا اور آس پاس کے جو قبائل تھے، یعنی عصیہ، رعل اور ذکوان، سب کے پاس

---

[1] ان سرایا کا ذکر سب ہی ارباب سیر نے کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس وضاحت اور خوبی سے ان سرایا کے اسباب و علل کے ساتھ ان کا ذکر مولانا شبلی نے کیا ہے، کسی نے بھی نہیں کیا۔ چونکہ ان سرایا کا جوڑ بنی نضیر کے واقعہ کے ساتھ مل جاتا ہے اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس موقع پر قارئین کرام سیرت النبی حصہ اول از ص ۳۸۸ تا ص ۴۰۸ کا مطالعہ ضرور کر لیں، حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔

[2] روایات میں تعداد چالیس بھی ہے اور ستر بھی، لیکن صحیح بخاری میں تعداد ستر ہی ہے (باب غزوۃ الرجیع و رعل و ذکوان و بئر معونۃ)

آدمی دوڑا دیئے کہ تیار ہو کر آئیں، ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا، اور عامر کی سرداری میں آگے بڑھا صحابہ حرام کی واپسی کے منتظر تھے، جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے، راستہ میں عامر کی فوج کا سامنا ہوا، کفار نے ان کو گھیر لیا اور سب کو قتل کر دیا، صرف عمرو بن امیہ کو یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی، میں تجھکو آزاد کرتا ہوں، یہ کہہ کر ان کی چوٹی کاٹی اور چھوڑ دیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی نہیں ہوا۔ مہینہ بھر نماز فجر میں ان ظالموں کے حق میں بد دعا کی۔ (سیرت النبی حصہ اول ص ۳۹۰)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری جب مدینہ واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے اور مقام قرقرہ پہونچے تو یہاں ان کو قبیلہ بنو عامر کے دو شخص ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پناہ دی تھی۔ حضرت عمرو بن امیہ کو اس کا علم نہیں تھا۔ عامر بن طفیل نے جو ستم ڈھایا تھا انھوں نے اس کے غصہ میں ان دونوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو سخت افسوس کیا اور فرمایا: "میں ان دونوں مقتولین کا خون بہا ادا کروں گا۔"[1]

بنو نضیر اور بنو عامر دونوں ایک دوسرے کے حلیف تھے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقتولین کی دیت کے بارہ میں گفتگو فرمانے کی غرض سے بنو نضیر کی آبادی میں تشریف لے گئے اور آنے کی غرض بیان کی، بنو نضیر نے بظاہر بڑی آؤ بھگت کی آپ سے بولے: "تشریف رکھئے، کھانا تیار ہو رہا ہے اسے کھا کر جائیے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اب بنو نضیر نے آپس میں کہا ایسا موقع کہاں ملتا ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، ایک شخص اس پر رضامند ہو گیا کہ مذکورہ مکان کی چھت پر چڑھ کر نصیب دشمناں اوپر سے بھاری پتھر حضور پر پھینک دے گا، حضور نے

---

[1] الدرر ص ۱۷۲ و سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۷

ان لوگوں کا یہ عندیہ بھانپ لیا اور چپکے سے یہاں سے نکل کھڑے ہوئے، صحابہ نے کچھ دیر راہ دیکھی، جب آپ نہ آئے تو صحابہ بھی واپس ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیت کے سلسلے میں بنو نضیر کے پاس جو تشریف لے گئے تھے تو کیوں؟ اس میں روایات مختلف ہیں اور ارباب سیر نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بنو نضیر میں معاہدہ تھا کہ "مسلمانوں پر کسی کا خونبہا قسم کی کوئی چیز واجب ہوگی تو بنو نضیر اس کی ادائیگی میں مسلمانوں کے شریک ہوں گے اور علی ہذا القیاس اس کے برعکس بھی! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کے ماتحت اس معاملہ میں بنو نضیر کے حصہ کا مطالبہ کرنے گئے تھے" (تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۱۴۸) اور مولانا شبلی نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے، لیکن ایک دوسری توجیہ یہ ہے کہ چونکہ بنو عامر اور بنو نضیر آپس میں ایک دوسرے کے حلیف تھے اسی بنا پر خونبہا تو ادا کرنا تھا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، لیکن آپ بنو نضیر کے پاس اس معاملہ میں باہم مشورہ اور رائے کے لئے گئے تھے کہ قبیلہ بنو عامر کو دیت کس طرح ادا کی جائے اور ان کے یہاں اس کا کیا دستور ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرت حلبیہ کے حوالہ سے اس توجیہ کو نقل کیا ہے اور اپنا رجحان اسی کی طرف ظاہر ہے، (دیکھئے سیرت النبی حصہ اول حاشیہ ص ۴۰۹) اور ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مختلف قبائل سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں بھی بنو نضیر کا شریک ہونا مشتبہ ہے، چنانچہ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ بنو نضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تین آدمی لیکر آئیں، ہم بھی اپنے علماء (احبار) لے کر آئیں گے، اگر آپ کا کلام سن کر احبار نے اس کی تصدیق کی تو ہمیں بھی اس کے قبول کر لینے میں عذر نہ ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے غدر و خیانت کا اندیشہ پہلے سے تھا اس لئے آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جب تک تم مجھ سے معاہدہ نہیں کرو گے میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا، لیکن بنو نضیر اس پر راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ جب آپ پھر

بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی تو انھوں نے تعمیل کی، لیکن بنو نضیر کسی طرح معاہدہ کرنے پر رضامند نہیں ہوئے اور انجام کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اچھا! آپ تین آدمی ساتھ لے کر آئیں، ہم بھی تین عالم ساتھ لائیں گے، اگر یہ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی لے آئیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا، لیکن راہ میں ایک صحیح ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہاں بنو نضیر تلواریں باندھے کھڑے ہیں کہ آپ وہاں پہنچیں تو اچانک حملہ کر کے ہلاک کر دیں۔ (سیرت النبی حصہ اول ص ۴۱۰ بحوالہ سنن ابی داؤد و فتح الباری)

علاوہ ازیں اس روایت میں اس امر کا ذکر کہ "بنو عامر اور بنو نضیر میں عقد و حلف تھا" تقریباً ہر کتاب میں ہے اور ظاہر ہے بنو نضیر کا حلیف بنی عامر ہونا ہرگز اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ بنو نضیر سے بنی عامر کے دو مقتولین کے خونبہا کی ادائیگی میں حصہ دار بننے کا مطالبہ کیا جائے، اس بنا پر صحیح بات یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے پاس جو گئے تھے تو دیت کے بارہ میں مشورہ کرنے گئے تھے نہ کہ کسی چیز کا مطالبہ کرنے کی غرض سے۔

اس موقع پر دنیا کو یہ بات خاص طور سے نوٹ کر لینی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الوسٹھ (۶۸) نہایت غریب و مسکین ساتھی ناحق بہدردی و بے رحمی سے قتل کیے گئے ہیں، ان کا آپ کو نہایت شدید صدمہ اور غم ہے، لیکن اس کے باوجود اپنے قول و قرار کا اس درجہ پاس اور لحاظ ہے کہ بنو عامر کے دو غلطاً مقتولین کی دیت کو فوراً ادا کر دینے کا اہتمام فرما رہے ہیں، دل اور دماغ کا صحیح توازن اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے!

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

بہرحال اب مزید اغماض اور چشم پوشی کرنا ممکن نہ تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو بھیجکر ان کو مطلع کیا کہ ان کے متعلق جلاوطنی کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اس کے لئے دس روز کی مدت مقرر کر دی گئی کہ اس کے اندر اندر وہ مدینہ سے رخصت ہو جائیں

انتظام کرلیں۔ بنو نضیر کو اپنی طاقت و قوت کا گھمنڈ تھا، منافقین سے بھی ان کا ساز باز تھا اور بنو قریظہ تو ان کے ہم مذہب اور ہم مسلک تھے ہی، انہوں نے ان کو یقین دلایا تھا کہ وہ آخر وقت تک ان کا ساتھ دیں گے اور اگر ان کو مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو وہ بھی ان کے ساتھ مدینہ چھوڑ دیں گے۔ اس بنا پر بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں سے باہر نہیں آئیں گے، آپ جو جی میں آئے کیجئے، قرآن مجید کی سورۂ حشر میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ

اے محمد! آپ نے دیکھا! منافق اپنے بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کفر کرنے والے ہیں کہتے ہیں: اگر (مدینہ سے) تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی ایک شخص کی بھی اطاعت کبھی قبول نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم یقیناً تمہاری مدد کریں گے۔

جب مدت معینہ یعنی دس روز اور بعض روایات کے مطابق پندرہ دن ختم ہوگئے تو بنو نضیر قلعہ بند ہوگئے اور اسلامی لشکر نے ان کا محاصرہ کرلیا، حافظ ابن عبدالبر کے بیان کے مطابق محاصرہ چھ دن رہا، نخلستان کا ایک حصہ جو بنو نضیر کے قلعہ اور اسلامی لشکر کے درمیان حائل ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کاٹ دیا گیا، یہ بات بظاہر قابل اعتراض تھی چنانچہ خود بنو نضیر نے اس پر احتجاج کیا، اس بنا پر قرآن مجید میں اس کی صفائی ان الفاظ میں فرمایا گیا:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

تم نے لینہ کے جو درخت کاٹے یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا، یہ سب اللہ کی اجازت

لِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ٥ (الحشر) سے تھا اور اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ سرکشوں کو رسوا کرے

عرب میں بہترین کھجور عجوہ سمجھی جاتی ہے چنانچہ حضور کو بھی یہی پسند تھی۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ لینہ اس کھجور کو کہتے ہیں جو عجوہ کی ضد ہو، یعنی ردی قسم کی ہو، اس بنا پر اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ نخلستان کے سب درخت نہیں کاٹے گئے اور دوسرے یہ کہ جو درخت کاٹے بھی گئے تھے وہ اچھی قسم کی کھجوروں کے نہیں تھے۔

آخر کار بنونضیر کو جب کہیں سے مدد نہ ملی اور خود ان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی تھی کہ ہتھیاروں کو مستثنیٰ کرکے وہ اپنا مال ومتاع سب کچھ لے جاسکتے ہیں، چنانچہ بنونضیر مدینہ سے اس طرح روانہ ہوئے کہ کسی ایک شخص کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی تھی۔ ان کے اونٹ ساز وسامان سے لدے ہوئے تھے۔ گھر کے دروازوں کے چوکھٹے تک ان کے ساتھ تھے، قافلہ میں مرد، عورتیں اور بچے سب ہی تھے، بنونضیر میں اور انصار میں ازدواجی تعلقات تھے، اس بنا پر انصار کی اولاد میں سے بعض نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ اس موقع پر بنونضیر نے ان کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ انصار نے کو روکا۔ جب جھگڑا بڑھا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: [۱]

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرہ) مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

بنونضیر ترک وطن کرکے جا رہے تھے، لیکن ان کے تزک واحتشام پر جشن کا دھوکہ ہوتا تھا، ابن ہشام میں ہے کہ ان کے ساتھ دف اور آلات موسیقی بھی تھے اور قافلہ کے

---

[۱] تفسیر ابن جوزی ج ۱ ص ۳۰۵، یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس کا ہے اور یہ روایت ابوداؤد، نسائی اور سنن البیہقی سب میں ہے۔

پیچھے لڑکیاں گاتی بجاتی چل رہی تھیں ، مدینہ سے نکل کر یہ دو حصوں میں بٹ گئے ، کچھ شام چلے گئے اور بعض خیبر میں جا بسے ، موخر الذکر گروہ میں رؤوسائے قبیلہ سلام بن ابی الحقیق ، حی بن اخطب ، کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق بھی شامل تھے ۔ یہ لوگ جب خیبر پہونچے تو وہاں کی آبادی نے ان کا اس درجہ ادب و احترام کیا کہ ان کو اپنا لیڈر تسلیم کرلیا اور ان کی اطاعت قبول کرلی ۔ سیرت ابن ہشام میں ہے ددان اھلہ لھم یہ لوگ آنحضرت اور اسلام کے شدید دشمن تھے ، یہاں کس طرح چین سے بیٹھ سکتے تھے ، انھوں نے ایک طرف بنو قریظہ سے اتصال پیدا کیا اور دوسری جانب قریش کو ابھارا اور اپنے وفد بھیجکر غطفان اور سُلیم قبائل کو مدینہ پر حملہ کے لئے برانگیختہ کیا اور ان کو طرح طرح کے لالچ دیے چنانچہ غزوۂ احزاب جس کا دوسرا نام جنگ خندق ہے (ذوالقعدہ ۵ھ) اور اس کے بعد غزوۂ خیبر (۷ھ) یہ دونوں انھیں لوگوں کی کوششوں اور جد و جہد کا نتیجہ تھے ، طبری اور فتح الباری اور دوسری کتب سیرت و مغازی میں اس کی تصریح موجود ہے ۔

قبیلہ بنو نضیر کی صحیح تعداد کیا تھی اس کا پتہ نہیں چلتا ہے لیکن اندازہ یہ ہے کہ ان کی تعداد بنو قینقاع سے کم تھی کیونکہ جو ہتھیار یہ چھوڑ کر گئے ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے ۔ اب رہا یہ بات یہ واقعہ کب ہوا تھا ، امام بخاری رح نے ترجمۃ الباب میں دونوں روایتیں نقل کی ہیں ، غزوۂ احد سے پہلے کی اور اس کے بعد کی بھی لیکن اغلب یہی ہے کہ غزوۂ احد کے پانچ چھ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا تھا چنانچہ کتب سیرت و مغازی سب میں یہی تاریخ مذکور ہے ۔